رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

THE ALHAKAM

=Qadian=

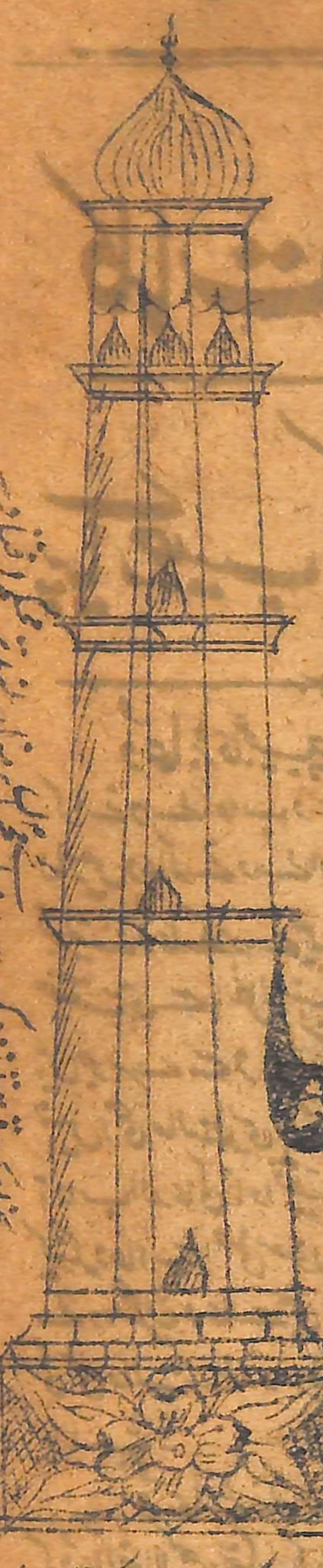

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر — شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

قیمت سالانہ
والیان ریاست و امراء سے ۵۰
معاونین سے عہ
عوام سے ۵ر

مدینۃ المسیح قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل و کرم کیساتھ شائع ہوتا ہے۔

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✦ دوائے ہر شفا بینی غرض دارالاماں بینی ✦

نمبر ۳۶ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۲۳ء ✦ جلد ۲۵

سفر نامہ مصر

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں ایک تسکین پاتا تھا۔ مگر اسمیں ایک سخت بیقراری چھپی ہوئی تھی۔ میری حالت اس بلبل کی سی تھی جسکو موسم بہار میں ایک پنجرے میں بند کر کے باغ میں لٹکا دیا جائے۔ میں انہوں کے پاس سے گزر رہا تھا مگر مجھ میں طاقت نہ تھی کہ انکے چہرے کو دیکھ لیتا۔ میں محبت کے مجسم دیوتوں کی تصویریں آنکھوں کے سامنے کھڑی پاتا تھا۔ مگر مجھ سے ہو نہ سکتا تھا کہ ان سے لپٹ جاتا۔ میرے احباب حیران ہونگے کہ وہ کون لوگ تھے جن کے لئے میں اسقدر بیقرار تھا۔ میں آپکو زیادہ دیر تک حیرت میں نہیں رکھنا چاہتا کیونکہ میرے پاس وہ لفظ ہی نہیں جو میرے خیالات کی ترجمانی کر سکیں۔ وہ میرے نہایت ہی پیارے اور مسیح موعودؑ کے سچے عاشق محمد یوسف اور محمد سعید یوسف تھے۔ محمد یوسف وہ بزرگ ہیں جس نے مسیح موعودؑ کی خاطر وہ وہ تکالیف برداشت کیں۔ کہ جن کو سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کی ثابت قدمی میں جنبش اور اس کے پائے کو لغزش نہ ہوئی۔

محمد سعید یوسف انکے صاحبزادے ہیں۔ جن کے جسم کے رگ رگ میں احمدیت کے لئے ایک فنا کا مادہ موجود ہے۔ ان بزرگوں کا تذکرہ بجائے خود ایک دلچسپ باب ہے جو اس سفرنامہ میں الگ آئیگا۔

پس جدہ کی ہوا میرے لئے روح پرور تھی دیکھتے دیکھتے ہی وہ نظارہ میری آنکھ کے سامنے سے گذر گیا۔

آہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

بیت اللہ کے قریب کیوجہ سے حج کے لئے طبیعت میں بہت جوش پیدا ہوا۔ اور نیت کی اللہ نے چاہا تو حج کر کے واپس ہونگا۔ اللہ تعالیٰ ارادوں میں برکت اور نیتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اب ہم مصر کے بہت قریب آگئے ہیں۔ بے شمار سفید سفید پرندے سمندر پر اُڑ رہے تھے۔ جو دور تک جہاز کا تعاقب کرتے تھے۔ آج مصری لائٹ ہوس بھی دیکھنے میں آیا۔ پورٹ کے بہتوں نے آج تو استرا لیکر اپنی مونچھوں کا صفایا کر دیا۔ اور انکی شکل بدل لی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں جانیوالے ہندوستانی لوگ کیسے کیسے جلد تغیرات پیدا کرتے ہیں۔ اور مذہبی بندشوں کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے بالکل ان قیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے اگر وہ گوشت نہیں کھاتے تو وہ بھی حلال ہو جاتا ہے۔ اور اگر شراب نہیں پیتے تو وہ بھی جائز ہو جاتی ہے۔ اور اگر کچھ ان کے لئے حرام ہوتا ہے تو یہی بالکل مباح ہو جاتا ہے۔ جہاز کی رفتار اب آگے سے کم ہو گئی ہے کیونکہ ہم اب سویز کے قریب آرہے ہیں۔ آئندہ مصر کی طرف آنیوالوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ انکو سویز تک کا ٹکٹ لینا چاہیئے۔ کیونکہ کنیال پاس ہونیکا کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور انکے باہر کا کم۔ سویز سے ریل سیدھی قاہرہ آتی ہے۔ اب اور بھی جہاز ہمارے جہاز کے ساتھ آرہے تھے۔ الغرض شام کے قریب ہمارے جہاز نے دہانہ سویز کے باہر لنگر ڈالدیا۔ یہاں بہت سے جہاز کھڑے تھے۔ صبح ہمارا جہاز کنیال میں سے گزرتا تھا۔ یہاں عجیب منظر تھا۔ سامنے سویز کا شہر نظر آرہا تھا۔ بہت سی کشتیوں والے کشتیاں لیکر چیزیں بیچنے اور سواریوں کی نسبت دریافت کرنے آئے۔ مختلف جہازوں پر سے گانے کی آواز آرہی تھی اور بعض جہازوں سے باجہ بجنے کی آواز آتی تھی۔ انگریزی تین جنگی جہاز سویز سے نکلے ہوئے تھے جن میں ہندوستان کی فوج تھی۔ جو واپس جا رہی تھی۔

(باقی پھر)

(محمود احمد از مصر)

کلمات طیّبات

پیارے حبیب کی پیاری باتیں

دُعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں۔ اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف جو قبولیت دُعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں انکی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ انکی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دُعا ہوتی ہی نہیں۔ اسی لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہونچا دیا ہے۔

دُعا کے لئے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دُعا کرنیوالا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اسقدر دعا کی گئی ہے کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے دُعا کرنے والے تھک گئے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے اور اس نامرادی نے یہاں تک بُرا اثر پہونچایا ہے کہ پھر دُعا کے تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنیوالا ہوتا تو اسقدر عرصہ دراز تک جو دعا کی گئی ہے کیوں قبول نہ ہوتی۔

مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانیوالا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اوسے معلوم ہو جاوے کہ یہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی پس کبھی تھکنا نہیں چاہیئے۔

دُعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اسوقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دُنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور طیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جسوقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اوسی اشاعت سے وہ پودہ بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی۔ اور اب جبکہ اسکا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا لیکن ایک نادان بچہ اسوقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقعہ ہے وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے۔ اسطرح پر وہ وقت آ جاتا ہے کہ جب اسکو پھل لگتا اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اور بعینہ اسی طرح دُعا نشوونما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں۔ اور صبر کرنیوالے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انکو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالےٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اُس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے۔ حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچے کا پیدا ہونا ماں کا ہی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔

مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں۔ جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہیں۔ تب یہ کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسیطرح پر دعا کرنیوالے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلوّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی آخر آنیوالا زمانہ آ جاتا ہے۔ اور دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونیکا وقت پہونچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

دُعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہونچایا جاوے۔ جہاں پہونچکر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جسطرح پر آتشی شیشی کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں۔ اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں۔ اور انکی حرارت و حدت اس مقام تک پہونچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اوٹھتا ہے۔ اسیطرح ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اسمیں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے۔ اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔

پیداست ندا را کہ بلند است نہایت

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالےٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ جس نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ لیکن جس امر میں جلد جواب ملجاتا ہے وہ ہونیوالا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے۔ اور نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے۔ اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کو کم از کم ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اسکا انجام بد نہیں کرتا۔ اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے۔ جیسے ایک حاملہ عورت چار یا پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھالے تو اسوقت کیا بچہ پیدا ہوگا یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی۔ اسیطرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اوٹھاتا ہے۔ اور نہ نرا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہونچتا ہے بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی۔ اور آخر وہ مر گئی اس نے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں۔ اور میری عورت نہ مرتی۔ اور اسطرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اوسکا ایمان بڑھتا ہے۔ اور سب کچھ ہو ہی جاتا ہے۔ زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو انکا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان

اگر تقویٰ اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ تو نہ یہ ہی اعلیٰ دینوی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور پختہ ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اسمیں کوئی آمیزش ریاکاری اور نفاق کی نہ ہو۔

سمجھوتہ کے خلاف لیڈروں کے نام تار ناظر صاحب صیغہ انسداد ارتداد قادیان کی طرف سے

۱۶ ستمبر ۱۹۲۳ء کو صیغہ انسداد ارتداد قادیان نے ارتداد کے متعلقہ حالات پر غور کرنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقد کی جس میں مسلمان لیڈران کانگریس اور پریس کے نام اس سمجھوتہ کے متعلق جو شدھی کے بارے میں دہلی میں ہندو مسلمان لیڈروں کے زیر غور ہے حسب ذیل تار حکیم اجمل خاں صاحب۔ ڈاکٹر انصاری صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر کچلو صاحب کے نام دہلی میں بھیجا گیا۔ نیز اخبارات کو بھی دیا گیا:۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مہاشہ شردھانند سے یہ سمجھوتہ کیا جا رہا ہے کہ بیرونی آریہ بھی شدھی کے کام سے الگ ہو جائیں۔ اور مسلمان جو دوسری جگہوں سے آگئے ہیں۔ وہ بھی واپس ہو جائیں۔ اور اس علاقہ کے لوگوں کو آپس میں فیصلہ کرنے دیا جاوے۔ ہمارے نزدیک یہ سمجھوتہ سخت خلاف دانست اور خلاف مصالح اسلامیہ ہے۔ آریہ لوگ ایک عرصہ سے وہاں کام کر رہے ہیں۔ اور کئی ہزار آدمی کو آریہ بنا چکے ہیں۔ اب پیچھے ہٹ جانیکے یہ معنے ہیں کہ ان لوگوں کو آریہ رہنے دیا جاوے۔ جو قوم پہلے قبضہ کر چکی ہے اس کے لئے تو بیرونی جنگ بند کر دینا کوئی حرج نہیں۔ نقصان اسکا ہے جس نے اپنے اہل مذہب کو واپس لانا ہے۔ کوئی مسلمان اس امر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس کے اہل مذہب کو مرتد کیا جاوے۔ اور وہ خاموش ہو کر بیٹھا رہے اور ان کو بچانے کے لئے نہ جاوے۔ آریہ لوگوں کے کارکن اسی علاقہ کے موجود ہیں۔ ان کو اس میں نقصان نہیں۔ نقصان مسلمانوں کا ہے جن کے ہم مذہب ان علاقوں میں کام کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے یا کرنے کا جوش نہیں رکھتے۔ ہم سمجھ نہیں سکتے کہ تبلیغ سے دونوں قوموں میں کیوں فساد پیدا ہو جب تک کہ کوئی قوم خود فساد پیدا نہ کرنا چاہے۔ پس ہم پرزور طور سے اس سمجھوتہ کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہیں۔ اس وقت تک کہ اس علاقہ کے لوگ واپس اسلام میں آجائیں۔ ہم صبر نہیں کرینگے۔ اور اسلام کی عزت کے مقابلہ میں کسی سمجھوتہ کی پرواہ نہیں کرینگے۔

ہماری جماعت امید رکھتی ہے کہ آپ اسوقت اسلام کی طرف سے جو ذمہ واری آپ پر عائد ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے کوئی ایسا سمجھوتہ نہیں ہونے دینگے جو اسلام کی تبلیغی روح کے خلاف ہو۔

۱۷ ستمبر کو اس مضمون کا تار [illegible] میں دیدیا گیا تو اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مسلمان لیڈروں کا حسب ذیل تار موصول ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں

حکیم اجمل خاں۔ مولوی محمد علی۔ ڈاکٹر انصاری صاحبان کا بیان

دہلی ۱۵ ستمبر ۱۲ بجکر ۳۰ منٹ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیان۔ بٹالہ

ہماری پر زور درخواست ہے۔ آپ اپنے ذمہ وار قائم مقام کو جو آپ کے خیالات سے واقف ہو بھیجیں تاکہ ملکانہ شدھی کی تحریکات کیوجہ سے جو فسادات پیدا ہو رہے ہیں انکو روکنے کے لئے مشورہ کیا جاوے۔

اجمل خاں۔ محمد علی۔ انصاری۔

اس تار پر مجلس شوریٰ کا غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب چودھری فتح محمد خان صاحب ایم۔ اے امیر احمدی وفد المجاہدین جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء جناب مولوی شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اور جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کو اپنی طرف سے قائم مقام منتخب فرمایا اور ضروری ہدایات دیں۔ دونوں چودھری صاحبان کو آگرہ اور لاہور بذریعہ تار اطلاع دی گئی کہ وہ دہلی میں شریک ہوں۔ اور بقیہ دو اصحاب ۱۷ ستمبر کو قادیان سے عازم دہلی ہو گئے جن کے ہاتھ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مدعو کرنے والے لیڈران کے نام حسب ذیل خط لکھکر ارسال فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا خط

بنام

حکیم اجمل خاں۔ مولوی محمد علی۔ ڈاکٹر انصاری صاحبان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی حکیم صاحب و مولوی صاحب و ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا تار پہنچا۔ آپ کی خواہش کے مطابق میں چودھری فتح محمد خان صاحب امیر احمدی وفد المجاہدین آگرہ۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء۔ مولوی شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کو بھیجتا ہوں ان کو میں نے تمام امور کے متعلق جہاں تک میں آپ کے تار سے مطلب سمجھ سکا ہوں ہدایات دیدی ہیں۔ اگر کوئی ایسا سوال پیدا ہوا جس کے متعلق ان کو میری رائے معلوم نہ ہوئی تو مجھ سے دریافت کر کے آپ کو اطلاع دے دینگے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے اتحاد کے لئے ہماری جماعت ہمیشہ سے تیار ہے اور ہمارے عظیم مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا میں سے تفرقہ اور اشتقاق مٹ جائے لیکن ہمارے نزدیک اس بات کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے کہ موجب اختلاف کو معلوم کر کے ایسے اسباب مہیا کئے جائیں جن سے دائمی صلح اور آشتی پیدا ہو کہ تمام اقوام عالم میں امن قائم ہو سکے۔ نہ یہ کہ ایسی صلح کی جائے جو دیرپا نہ ہو یا جس کے نتیجہ میں کسی اور جنگ کے سامان پیدا ہو کر شروع ہو جائیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی اس مقصد میں ہمارے ساتھ متفق ہونگے اور اس کے حصول کے لئے پوری کوشش کریں گے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ قادیان دارالامان

اطلاع

تمام خریداروں کی خدمت میں التماس ہے کہ جلد بذریعہ منی آرڈر اپنا بقایا صاف کر دیں۔ وی پی بعض دوستوں نے پرچہ چار چار دفعہ واپس کئے ہیں یہ احمدی دوستوں کے لئے اچھا نہیں۔ اگر آپ قیمت ادا نہ کریں گے تو اخبار بند کر دیا جائے گا۔ الحکم تو انتہائی درجہ پر جاری ہو رہا ہے تو قیمت وصول کرنے کے لئے کسی دوست کو رنج پہنچے۔ اخبار کا اگر چندہ آنا بند ہو جائے تو کام کس طرح چل سکتا ہے۔ اور اخبار کب زندہ رہ سکتا ہے۔ اگلے نمبر میں تمام ان دوستوں کے نام درج کئے جائیں گے جنہوں نے الحکم کی قیمت نہ دیکر جو نقصان پہنچایا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ اس اطلاع کے بعد ہی بقایا دار اپنا بقایا صاف کر دینگے۔ (مینیجر الحکم)

(مصری چھٹی)

استقلال حقیقی

سیاست کی روشنی میں لکھا گیا ہے

آج دنیا میں ہر انسان فی نفسہٖ اپنے مرکز پر مستقل ہونا چاہتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ آج دنیا میں جسقدر بدامنیاں ہیں ان کی تہ میں بہت بڑا ہاتھ استقلال کا ہے۔ ہندوستان میں فتنہ ارتداد ہے۔ اس کی تہ میں بھی سیاسی ہاتھ جس کا نام استقلال ہے کام کر رہا ہے۔ سکھوں کی جماعت مختلف شکلوں میں کام کر رہی ہے۔ اکالی۔ ببر اکالی وغیرہ اور انہوں نے اپنا ایک نظام گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی شکل میں قائم کیا ہے۔ یہ سارے نظام استقلالی ہیں۔ ہندوستان کی سیاسی بیداری اور شورش استقلال کے نام سے ہے۔

ناگپور کے جھنڈے کی جنگ استقلال کے لئے ہے۔ نابھہ اور پٹیالہ کی جنگ استقلال کا کرشمہ تھا۔ آئرلینڈ۔ استقلال کا شکار۔ مصر استقلال کا خواہاں۔ ٹرکی کی جنگیں استقلال کی خاطر۔ حجاز کے جھگڑے استقلال کے لئے۔ فلسطین اور لبنان کے جھگڑے استقلال کے لئے۔ مراکشیوں کی خانہ جنگیاں استقلال کے لئے۔ الغرض آج دنیا استقلال کے لفظ کے لئے اسقدر بیقرار ہے اور اسقدر قربانیاں کر رہی ہے کہ جس کی حد نہیں۔ ہزاروں لاکھوں انسان دنیا میں استقلال کے لئے مر گئے۔ اور ہزاروں گھر ویران ہو گئے۔ یہ جنگیں شعوب اور قبائل میں بھی ملکوں اور حکومتوں میں ہیں۔

مگر فرداً فرداً بھی آج یہی خیال دنیا کو تنگ کر رہا ہے۔ ذرا کسی نے کچھ کہا تو دوسرے نے کہا کہ تو میری حریت کو کچل رہا ہے۔ الغرض یہ مسئلہ جو ایک نہایت اہم ترین مسئلہ ہے جس سے ساری دنیا سخت بیقرار ہو رہی ہے اس مسئلہ پر مختلف طبقوں میں مختلف بحثیں ہوئی ہیں۔ مگر میرے نزدیک مکمل بحث نہیں ہوئی۔ اور بالخصوص جس اسلوب پر ہم آج قلم اٹھانا چاہتے ہیں۔ اس اصول پر تو جہاں تک ہمارا علم ہے میدان خالی ہے اور کسی نے قلم نہیں اٹھائی۔ دنیا میں ہر جگہ شور ہے کہ ہم کو استقلال نہیں چاہیئے اور ہمکو آزاد ہو جانا چاہیئے ہم استقلال کی زندگی نہیں بسر کر سکتے۔ اور مطلوب ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ آزاد ہو۔ اس پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے کوئی قانون نہ ہو۔ اور وہ جو چاہے کرے۔ لیکن یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسے طریق پر بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ چنانچہ فرمایا ان خلقنا الانسان ضعیفاً۔ وہ ضعیف ہے ضعیف ہمیشہ دوسرے کی حفاظت کا محتاج ہوتا ہے۔ اور یہ بات روزمرہ ہمارے مشاہدہ میں آتی رہتی ہے کہ ہم ہر ایک معاملہ میں دوسروں کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور جب ہم نے دوسرے سے مدد لی۔ ہماری آزادی ہمارا استقلال حقیقۃً جاتا رہا۔ مستقل کہتے ہی اسکو ہیں جو دوسروں کا محتاج نہ ہو۔ بلکہ دوسرے اس کے محتاج ہوں۔ پس جبکہ روزمرہ ہم اس استقلال کی بنا کو اپنے ہاتھ سے توڑتے ہیں۔ تو یقیناً ہمارا یہ خیال ایک باطل خیال ہے۔ ہم استقلال کی ہمیشہ دو بڑی تقسیمیں کرتے ہیں

(ا) استقلال تام۔

(ب) استقلال ناقص۔

پھر ہر ایک کی تقسیم تین گروہوں پر کرتے ہیں استقلال شخصی۔ استقلال قومی۔ استقلال ملکی۔ اور اگر مذہب کو جداگانہ رکن قرار دیں۔ تو استقلال دینی کی بھی ایک جدید شاخ ہو سکے گی۔ ہم پہلے ہر قسم کے استقلال پر بحث کرینگے۔ اور اس کے بعد صحیح استقلال پبلک کے سامنے پیش کرینگے جس کی نسبت مجھ کو یقین ہے کہ اس وقت تک اس مسئلہ پر بحث نہیں کی گئی۔

دوسرے۔ وہ استقلال جو ملک کے سامنے میدان سیاست میں پیش کر رہے ہیں۔ اسکا خلاصہ یہ ہے۔

(ا) حریت فی الافکار۔ (ب) حریت فی الاعمال۔

حریت فی الافکار کے نیچے بہت سی اشیاء ہیں۔ مثلاً حریت قلم۔ حریت مطبوعات۔ حریت خطب وغیرہ۔ اسی طرح سے حریت اعمال میں بھی بہت سی چیزیں آجاتی ہیں۔ اس کے ضمن میں ایک تیسری چیز اور آتی ہے۔ جس کا نام مساوات ہے سب یکساں ہیں کیونکہ سب اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔ یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کے لئے حقیقی مطالبہ ہے اور ان کے اصل کو نہ جاننے کی وجہ سے دنیا میں بدامنی ہو رہی ہے روس کا بالشویک ازم کیا ہے انہیں تین اشیاء کا غلط نقشہ ہے اور مکمل حریت تبھی ہوتی ہے جب کوئی قانون نہ ہو۔ ایک شخص بازار میں چل رہا ہے اس کی ضمیر اسکو کہہ رہی ہے کہ مٹھائی والے کی دوکان سے مٹھائی اٹھا لو اور پیسے نہ دے کیونکہ اس کے پاس اسقدر روپیہ ہے تبھی تو اس نے دوکان لگائی ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں۔ اب یہ شخص وہاں سے ایک چیز اٹھاتا ہے اور وہ اس کے لئے حر ہے یہی وہ اصل ہے جو بالشویک ازم کہلاتا ہے۔ راستے چلتے ہوئے ایک شخص کا دل چاہتا ہے کہ وہ کسی کو گالیاں دے یا اس لئے کہ اسکا کندھا اس سے لگ گیا ہے اور کوئی اسکو تعرض کرے یہ حریت ہے۔ اور حریت تامہ۔ اگر اس قسم کی حریت انسان کو حاصل ہو جائے تو انسان کی زندگی درندوں کی طرح سے ہو جائے اور دنیا میں اسقدر بدامنی ہو کہ جنگل کے وحشی بھی ان سے پناہ مانگیں۔ دنیا میں کوئی مذہب باقی نہ رہے۔ اور کوئی حکومت باقی نہ رہے۔ صرف اور صرف انسان کی فکر اور حریت ہو۔ پس استقلال تام کے معنے ہیں کہ انسان کو دنیا کی چراگاہ میں کھلا چھوڑ دیا جائے اور کسی بات کی اس سے باز پرس نہ ہو جیسے ایک انجن کے اندر سٹیم تیار کر کے اسکو چھوڑ دیا جائے اور کوئی اسکو چلانے والا نہ ہو تو وہ اسطرح سے ادھر ادھر بھاگا پھرے گا کہ بہت سی چیزوں کا نقصان کر کے آخر خود بھی تباہ ہو جائیگا۔

وہ لوگ جو استقلال کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان سے سوال ہے کہ استقلال سے مراد فوق القانون ہے یا تحت القانون ہے۔ اگر تحت القانون ہے تو وہ قوم جس کو تم نکالنا چاہتے ہو۔ تم اسکے قانون کو دیکھو کہ اسکا قانون بلحاظ قانون ہونے کے ناقص ہے یا کامل۔ یاد رکھو کوئی قوم کسی قوم پر حکومت نہیں کرتی مگر قانون سے پس جھگڑے کے لئے اگر کوئی مرکز ہے تو وہ قانون اسکے اندر اگر نقص ہے۔ وہ اگر امن کو قائم نہیں رکھتا یا اس قانون کی وجہ سے کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے یا اس قانون کی وجہ سے کوئی قوم ذلیل ہے تو اس قانون کے خلاف آواز اٹھاؤ۔ مگر قوم کے خلاف شور مچانا اور ایسے اصول استقلال کے خلاف ہے۔ کہ استقلال تام تو کبھی ممکن نہیں۔ کیونکہ ہر حالت میں ہم دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں۔ جب ہم یہ اسلوب مقرر کریں گے کہ ہم پر صرف ہماری قوم ہی حکومت کرے۔ اس رنگ میں بہت سے نقص اور بدامنیاں ہوں گی۔ کیونکہ صرف ایک ہی قوم ہندوستان میں آباد نہیں۔ اسلئے ہمکو ایک جمہوریت قائم کرنی ہوگی جس میں سب قوموں کے نمائندے شامل ہوں۔ ہمارا نمائندہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ ملک کے نمائندوں کے سامنے اپنی ضروریات پیش کرے۔ انکو منظور کرنا اور انکو نافذ کرنا وہ سب کے ہاتھ میں ہوگا۔ اول تو استقلال تام کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ شخصی آزادی ہو۔ پھر قومی آزادی ہو۔ پھر ملکی آزادی ہو۔ مگر جب کہ اقوام کے نمائندے جمع ہوں گے اور اس نسبت سے جس نسبت سے کہ انکی تعداد ہے۔ مثلاً جہاں مسلمانوں کی تعداد چار فیصدی ہے وہاں پر مسلمانوں کا نمبر صفر کے خانے میں نظر آئیگا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ ساری آبادی میں ایک مسلمان ممبر ہوگا۔ اور باقی غیر مذاہب تو یہ بات خوب واضح ہو سکتی ہے کہ اسجگہ اسلام کے حقوق کہاں تک محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور جہاں مسلم آبادی اس سے بھی کم ہو وہاں یہ اقوام اس قسم کے قوانین بنا سکتی ہیں۔ کہ یہاں کوئی مسلمان داخل نہ ہو تاکہ ان کے استقلال کو نقصان نہ پہنچے۔ پس جبکہ جمہوریت میں وہی قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے جو کہ اس ملک میں واحد ہو جیسے عرب میں سب مسلمان ہیں۔ امریکہ سب عیسائی ہے۔

آئرلینڈ عیسائی ہے۔ مصر مسلمان ہے۔ اگر دوسرے مذاہب میں انکی طاقت کوئی نہیں۔ مگر جہاں اس کے خلاف ہو اس ملک کا ان حالات میں کسی استقلال کے لئے آواز اوٹھانا بالکل نقصان رسان ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہندو مجبر یا ہندو طبقہ زیادہ ہو تو کیا حرج ہے۔ وہ ہمارے ملکی ہیں۔ تو یاد رہے یہ محض ایک دھوکہ ہے۔ اس سے ایک تشخصیات کی بحث شروع ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم ہندوؤں پر بھروسہ کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے حقوق پامال نہیں کریں گے۔ تو یہ بات بموجود حاکم قوم کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ہمارے حقوق کی طرف توجہ کریں۔ ایک حکومت کو توڑ کر دوسری بنا کر اسپر اعتماد کرنا حماقت ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ بنی ہوئی ہیں اگر نقص ہے تو اس کو درست کریں۔ الغرض مکمل آزادی فوق القانون کا نام ہے۔ اور فوق القانون ناممکن ہے۔ اس کے معنے ہی جہالت۔ جب تحت القانون ہوئی تو یہ ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جس طرح ایک شخص کو فوق القانون اختیارات ہوں وہ ظلم کرتا ہے۔ اس طرح ایک قوم جس کا کوئی قانون نہ ہو ظالم ہو جائیگی۔ اور اسی طرح سے ایک ملک مسلمانوں کے سامنے وہ واقعات ہندوستان کے موجود ہیں جنمیں انکی ہمسایہ اقوام نے انپر ہر طرح کے مشکلات کے پہاڑ توڑے۔ وہ قوم جو کہ استقلال نہ ہونے کی حالت میں اسقدر دلیری کر سکتی ہے اس کو اگر استقلال ہے تو وہ کس قسم کے ظلم کریں گی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کے لئے اسلام نے اور صورت پیدا کی ہے۔ اور وہی استقلال حقیقی ہے۔ چونکہ ہندوستان میں ہماری تعداد اسقدر نہیں ہے کہ ہم اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں کیونکہ اب بحث طلب حصہ استقلال کا تحت القانون ہے تو ضروری اور اشد ضروری ہے کہ ہم اپنے لئے کوئی جدید مسلک سوچیں۔ اور وہ موجودہ صورتوں سے خالی نہیں۔

(۱) ہم غیر قوموں میں جذب ہو جائیں جس کیلئے ہندو قدم زن ہیں کہ وہ ہمکو اپنے اندر جذب کریں۔
(۲) ہم اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائیں۔
(۳) صرف ایک جگہ اپنی طاقت بنالیں۔
(۴) یا ہم خود حاکم ہو جائیں۔
(۵) یا اس ملک سے ہجرت کر جائیں۔

اس سے زیادہ کوئی صورت نہیں ہے۔ ہمارے ہندو دوستوں نے ان تمام پہلوؤں پر غور کیا اور عمل کیا سب سے پہلے انہوں نے ہمارے سامنے ہماری طاقت کو کم کرنے کے لئے ہجرت کا سوال رکھا اور ہمارے لیڈروں نے اندھے دھند آمنّا صدقنا کہا۔ نتیجہ ظاہر ہے جب ہندوؤں نے دیکھا کہ وہ اسمیں کامیاب نہیں ہوئے جو خود وہ ہجرت کر نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ان کے لئے دنیا سخت تنگ ہے۔ دوسری جگہ جا کر وہ خالص ہندو حکومت قائم نہیں کر سکتے تھے۔ پھر انہوں نے صرف اپنی طاقت بنانے کے لئے پہلے کالجوں اور مدرسوں کا بائیکاٹ کرایا۔ جس میں زیادہ مسلم طبقہ تباہ ہوا۔ ہندو قوم نے سوچ لیا کہ مسلمانوں کی آئیندہ نسل پر ایک تیز حربہ چلایا جائے جس سے آئیندہ طاقت ٹوٹ جائے۔ اور ہم اپنی طاقت جمع کر لیں۔ جب اس میں بھی ناکام ہوئے تو ہم کو جذب کرنے کے لئے ملکانہ کا علاقہ تجویز کیا اور سوچ لیا کہ اسی حصہ سے کام شروع کیا جائے۔ مسلمان آبادی کمزور ہے تاکہ آہستہ آہستہ ہم اسطرف آئیں گے جو بڑا حصہ ہے اور جب متفرق اور کمزور حصہ کو جو در اصل بڑا حصہ ہے ہم ہضم کر لینگے تو بڑا حصہ رہ جائیگا۔ جو بالکل کمزور ہو جائیگا۔ اور اس طرح سے ہمکو ہندوستان میں بالکل ہندو حکومت قائم کرنیکا موقع مل سکے گا۔

الغرض ہندوؤں نے ہمارے لئے یہ صورتیں دیکھ کر بہت کوشش کی کہ وہ ہم کو تباہ کر دیں۔ اب مسلمانوں کو خود دیکھ لینا چاہیئے کہ ان کو کس قسم کی زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور انکو ایسے حالات میں اپنے لئے ایک شاہراہ بنانی چاہیئے۔ اور اس قوم سے جو ہمکو کھا جانے کے لئے منہ کھولے ہوئے فوراً کنارہ کشی کرنی چاہیئے۔ ایسے حالات میں اسلام نے ہمکو کیا سکھایا ہے۔ اس کے لئے دوسرے نمبر کا انتظار کریں۔

اصحاب مسیح موعود علیہ السلام

مولوی غلام نبی صاحب

میں نے الحکم کے کسی گذشتہ نمبر میں بعض بزرگوں کی نسبت کچھ لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اسمیں میری غرض محض آنے والی نسلوں کے لئے ان بزرگوں کی خاکسارانہ زندگی کے حالات کو قلمبند کرنا ہے۔ کیونکہ میری رائے ہے کہ ہمکو اپنے حالات نہایت عمدگی کے ساتھ چھوڑ جانے چاہئیں۔ تاکہ آئیندہ بننے والی قوموں کے لئے بہت کچھ سہولتیں پیدا ہو سکیں۔ اور دوسرے جماعت کے اندر اس قسم کے بزرگ حضرات کا جو کہ نہایت پاکیزہ نفس رکھتے ہیں تعارف ہو۔

مولوی غلام نبی صاحب قادیان میں بالکل جوانی کے ایام میں آئے۔ اس زمانے میں آپ طالبعلم تھے۔ قادیان میں ہی ساری تعلیم مکمل کی اور یا پھر کچھ عرصہ مصر میں رہے۔ قادیان میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اور پھر قادیان میں ہی مدرسہ احمدیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سے پہلے مدرسہ سے باہر بھی طالبعلموں کو درس دیتے رہتے۔ مولوی صاحب کی زندگی توکل الہی کا ایک زندہ نمونہ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے غور سے زندگی کا مطالعہ کیا ہو تو اس کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ شخص توکل کے کسی مقام پر پہنچا ہے باوجود اس کے کہ انکو ابتدا میں بہت تھوڑی تنخواہ ملتی تھی مگر کبھی انہوں نے اس کی شکایت نہ کی اور اسپر بعض اوقات تنخواہ کئی ماہ بعد ملتی تو بھی انکو گھبراتے ہوئے کبھی نہ دیکھا گیا۔

ان کے الہی توکل کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ایک دفعہ وہ بیمار تھے۔ اور انکے لئے طبیب کی رائے تھی۔ کہ وہ کسی پہاڑ پر چلے جاویں۔ روپیہ انکے پاس نہ تھا۔ ادھر وہ عزم کر چکے تھے کہ کل میں چلا جاؤں گا میں چونکہ ان کا شاگرد تھا اور پھر وہ مجھ سے ہمیشہ سے اسطرح محبت کرتے چلے آئے جیسے شفیق باپ یا مہربان اُستاد۔ انہوں نے مجھ سے ان لفظوں میں ذکر کیا۔ شیخ صاحب کوئی روپیہ تو نہیں ہوگا؟ میں کل علاج کے لئے پہاڑ پر جانا چاہتا ہوں۔ اور اسوقت روپیہ میرے پاس نہیں۔ تنخواہ صرف ایک ماہ کی ملی تھی وہ دوکاندار کو دیدی ہے۔ میں اسوقت الحکم کو چلاتا تھا مگر افسوس اسوقت روپیہ میرے پاس نہ تھا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ مولوی صاحب قرآن کریم لیکر اور غالباً تجربات نور الدین اور انجیل۔ اور ایک کمبل لیکر ٹھیک اسوقت سفر اختیار کیا جسکا عزم تھا۔ اس سے جہاں مولانا کے توکل کا پتہ لگتا ہے وہاں عزم کا بھی پتہ چلتا ہے۔ روپیہ یا پیسہ مولانا کے عزم کے راستہ میں کبھی روک نہ ہوا۔ اس سے ممکن ہے کسی کی طبیعت اسطرف چلی جائے کہ مولانا نے پھر سفر میں کس طرح گزارہ کیا۔ جبکہ پیسہ پاس نہیں تھا۔ کیا انہوں نے مانگ کر گزارہ کیا یہ فکر بالکل باطل ہے۔ میں نے خوب باریک نگاہ سے دیکھا ہے کہ مولانا سوال سے اسقدر گھبراتے ہیں جس کی حد نہیں۔ قادیان میں رہتے ہوئے جہاں ہر طرف انکے دوستوں کی ایک جماعت ہے وہ سوال نہیں کرتے۔ دوکانداروں سے انکے کھلے حساب نہیں ہیں جہانتک میرا علم ہے مولوی محمد عارف صاحب جو مولوی صاحب کی طرح درویشانہ زندگی گزارنے کے علاوہ خلیفہ اول کے شاگردوں کی صف میں شمار ہیں۔ سے کوئی چیز لے لیتے۔ یا مولوی غلام رسول افغان سے کیونکہ وہ بھی حضرت خلیفہ اول کے شاگرد ہیں۔ اسلئے مولانا کے کلاس فیلو یا دوست ہیں۔ وہ بھی مولانا کا کام اس احتیاط سے ہوتا کہ جس کو تنخواہ پر فوراً ادا کر دیں وہ تقاضا کرنے والے شخص سے نہ حساب رکھتے اور نہ اتنا حساب ہی لمبا رکھتے کہ تقاضا ہو۔

بمنشاء وہ اپنی آمد کے حساب سے چلتے اور اسی کے مطابق خرچ کرتے۔ میں نے دیکھا کہ مولانا نے بارہا میرے سامنے ایک روپیہ کا بکری کا دودھ خریدا۔ اس لئے کہ وہ بیمار تھے۔ اور دودھ انکے لئے لازمی تھا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ میں قلیل تنخواہ پاتا ہوں۔ اگر میں دودھ پیونگا تو پھر کھانے وغیرہ کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ تو مولانا نے ایسا کیا کہ دودھ میں ایک پیسے کے میٹھے چنے جن پر کھانڈ لگی ہوئی ہوتی ہے لیکر ڈال لیتے۔ اس طرح سے دودھ بھی میٹھا ہو جاتا اور دودھ کے ساتھ چنے چبا لیتے اور تھوڑی دیر بعد پانی پی لیتے۔ اس طرح جیسے میں نے انکو مدتوں کرتے ہوئے دیکھا اور کبھی انکو قلت آمد کا شاکی نہ پایا۔

فرائض منصبی

مولانا فرائض منصبی کی ادائیگی کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں۔ آندھی ہو۔ بارش ہو سردی ہو گرمی ہو۔ مولانا مدرسہ میں موجود رہتے۔ بلکہ آدھ گھنٹہ سکول کے وقت سے پہلے ہی موجود ہو جاتے۔ مولوی صاحب پر بعض سخت سخت بیماریاں حملہ کرتی رہیں۔ اور ان بیماریوں میں بھی کبھی مولانا کو رخصت پر جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ گھٹنے پر پھوڑا نکل آیا۔ اور مولانا چل نہیں سکتے تھے۔ مدرسہ کے ایک کمرے میں بیٹھے رہتے وہاں جماعتیں آ جاتیں۔ یہ کمرہ احمدیہ بازار میں صدر انجمن کے دفتر کی سیڑھیوں کے نیچے ہے جس میں حافظ حامد علی صاحب مرحوم دکان کرتے تھے۔ کرسی پر بیٹھے رہتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے درس دیتے اور کرسی پر ہی نماز پڑھتے۔ میں نے ان کو سخت تکلیف میں بھی وضو سے نماز پڑھتے پایا۔

اسی طرح ایک دفعہ مولانا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے مکتب کے پاس ایک چھوٹا سا مکان ہے اس میں بیمار تھے۔ جگر کی بیماری تھی۔ سخت بدبودار دوائی جس کے تعفن سے میرا دماغ جل جاتا تھا چھاتی پر لگائے ہوئے نہایت صبر سے پڑے رہتے۔ اور باقاعدہ طالب علموں کو درس دیتے۔ ان بیماریوں میں میں نے کبھی خدا کا شاکی نہ پایا بلکہ ہمیشہ تین لفظ انکے منہ سے سنتے۔ رحیم۔ کریم۔ متفضل۔ ان کی اسقدر تکرار کرتے کہ پڑھتے پڑھتے انکے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل جاتے۔ اسیطرح پھر ایک دفعہ بیمار ہوئے تو [illegible] لیٹے لیٹے پڑھاتے رہے۔ مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی انہوں نے رخصتوں کیلئے درخواست دی ہو۔ اور اسیطرح میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ انکو تکلیف ہے تو انہوں نے درس میں کوتاہی کی ہو بلکہ صحت اور بیماری میں یکساں درس دیتے۔ طالب علموں سے کام کرانے کی عادت قطعاً ان میں نہیں تھی۔ بوجہ غربت کے ابتداء میں مولانا کے پاس برتن نہ تھے۔ ایک چاٹی ہوتی تھی۔ اس میں دال یا چاول الگ الگ پکتے یا کھچڑی پکا لیتے۔ اور کبھی کسی طالب علم کو نہ کہا کہ تم پکا دو یا یہ کر دو اور وہ کر دو۔ اپنے کپڑے اکثر اوقات خود دھو لیتے۔ اب جبکہ مولانا نے دارالفضل میں ایک مکان بنایا تو آٹا وغیرہ خرید کر اور خود ہی اٹھا کر لے جاتے۔ اور کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہا کہ تم اٹھا کر لے چلو۔

طالب علموں کو مارنے کی مولانا کو بہت کم عادت ہے۔ اور اگر کبھی کسی کو مارا بھی ہے تو منہ پر طمانچے نہیں مارتے۔ کیونکہ حدیث نبوی میں اس کے خلاف ہے۔ اور اگر کسی طالب علم کو مار اٹھی ہو تو فوراً استغفار اور لاحول پڑھتے۔ کبھی کسی طالب علم کو گالی نہیں دی۔ اور اگر [illegible] تو بہت افسوس کرتے اور [illegible] پایا گیا [illegible] استغفار کرتے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض اساتذہ سے طالب علم ڈرتے تھے۔ مگر میں نے خوب دیکھا کہ مولانا کا ضبط [illegible] اور طالب علم ڈرتے نہ تھے۔

قرآن کریم سے محبت

مولانا کو قرآن کریم سے از حد محبت ہے بلکہ ایک عشق ہے۔ نمازوں وقتوں میں قرآن کریم پر تدبر کرتے رہتے۔ مولانا نے بعض قرآنوں پر ہزاروں مرتبہ پڑھا ہوگا۔ اکثر حصہ قرآن کریم کا حفظ ہے بیماریوں کی وجہ سے سارا قرآن حفظ نہ کر سکے۔ تاہم بہت حد تک حافظ ہیں۔

مولانا اکثر طالب علموں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی کوشش کرتے۔ اور بلکہ بارہا فرماتے۔ کہ قرآن کریم حفظ کرنا مشکل ہی نہیں۔ ہر روز دو تین آیت حفظ کریں اور ان کو سنن اور نوافل میں اور وتروں میں پڑھتے رہے۔ جب خوب حفظ ہو گئیں۔ پھر آگے کی آیتیں حفظ کریں اور حقیقت میں یہ طریق نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس سے مولانا کی محبت قرآنی کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا نے جب پہلی شادی کی تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ میں اسوقت ان سے سلسلۃ القراءۃ العربیہ کا پہلا حصہ پڑھتا تھا۔ مولانا کے گھر میں چلا جایا کرتا تھا کیونکہ میں اسوقت بچہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ مولانا کی شادی کو ابھی دو تین دن ہی ہوئے تھے۔ مگر مولانا اپنی بیوی کو روزانہ باقاعدہ قرآن کریم ترجمے سے پڑھاتے تھے۔ میں ان کی اندرون خانہ زندگی پر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت مجھ کو زیادہ شعور نہ تھا۔ تاہم مجھ کو خوب یاد ہے کہ مولانا نے شادی کے بعد معاً ہی اپنی مرحومہ بیوی کو قرآن کریم پڑھانے لگ گئے تھے۔ اور اگر ان کے گھر میں کوئی بات ہوتی تو قرآن کی۔ ان کا گھر نہایت ہی مختصر اشیاء کا مجموعہ تھا۔ چند مٹی کے برتن اور ایک دو لکڑی کے صندوق تھے مگر اس میں میں نے دیکھا کہ میاں بیوی میں از حد اخلاص تھا۔ میں مختلف وقتوں میں مولانا کے ہاں گیا۔ میں نے کبھی نہ دیکھا مگر دونوں کو علمی اور دینی شغل میں۔

نئی شادی عجیب امنگوں کو پیدا کرتی ہے۔ مگر قادیان کی زندگی جو کہ مذہبی زندگی ہے۔ اگر ایک نوجوان دولہا اور دلہن کو کوئی بات سکھلاتی ہے تو وہ قرآن کریم ہے۔

مولوی صاحب نے مکان بنایا

مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ قادیان میں مکان بنایا۔ اسکا اکثر حصہ مولوی صاحب نے خود ہی بنایا۔ مکان کیا ہے ایک چھوٹا سا ہے سامنے اسکے نہایت بے ترتیب ایک درختوں کی قطار لگی ہے مولوی صاحب نے مکان بنایا اور مکان کے لئے کھڑکیاں اور دروازے ہوا کے اسلوب پر نہیں بلکہ اذان کی آواز کی سمت پر رکھے۔ ہر وقت انکو ہی یاد ہے بے غرض [illegible] زندگی گزارنی۔ یہ مولانا کی زندگی کا فوٹو ہے۔

میرے نزدیک دنیا کوئی شخص نہ ہوگا جس کو مولانا کے ہاتھوں تکلیف پہنچی ہو۔ مولانا کا گھر محض دنیا کی فانی زندگی بسر کرنے کے لئے ایک سرائے ہے۔ ایک دفعہ مولانا ایک سخت بیماری کے چلے کے نیچے تھے میں نے سوال کیا کہ کیسی طبیعت ہے فرمایا کہ میں تو کبھی اللہ تعالیٰ سے مایوس نہیں ہوا پہلے بھی اسنے میرے پر فضل کیا۔ اور اب بھی اگر بچا لے تو میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔

مولانا کو دعاؤں کی از حد عادت ہے لوگوں کو ہمیشہ وعظ کرتے رہنا اور نماز کی تاکید کرتے رہنا۔ اکثر مولانا صبح کو یا شام کو سیر کیلئے جاتے ہیں۔ مگر اس سیر میں تنہائی کو پسند کرتے ہیں۔ الغرض مولانا نہایت سادی اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ میں نے کبھی ان کی پیشانی پر شکن اور غصہ کے آثار نہیں دیکھے۔

میں نے جب مولانا سے پڑھنا چھوڑا تھا مولانا کو ہمیشہ دیکھا کہ جب کبھی مجھ کو دیکھتے تو دور سے دیکھ کر مسکرانے لگ جاتے اور پہلے سلام علیکم فرماتے۔

بہت زیادہ باتوں کو مولانا پسند نہیں کرتے اور اپنے آپ کو مجلسوں میں ظاہر کرنے کی عادت نہیں۔ سلسلہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کو بھی فخر جانتے ہیں۔ چنانچہ بارہا سالانہ جلسہ میں میں نے دیکھا ہے کہ سالن کا پیپا یا بالٹی اٹھائی ہوئی بڑی سرعت سے مہمانوں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ الغرض مولوی غلام نبی صاحب اسلام کی ایک خوبصورت تصویر کا نام ہے خدا ہمکو بھی ان کی سی نیکی کی توفیق دے۔ آمین (محمود احمد)

ہندو مسلم اتحاد

شدھی اور سنگھٹن

آجکل شدھی اور سنگھٹن کا زور ہے۔ اور اسپر ملک میں فتور ہے۔ ان دونوں تحریکوں کو جس طریق پر جس نیت سے ہندوؤں نے چلایا ہے۔ اس کے نتائج واقعات کی صورت میں عیاں ہو رہی ہیں۔ انہیں کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ جب ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ آتا ہے۔ تو شدھی اور سنگھٹن کی عجیب و غریب تاویلیں کی جاتی ہیں۔ پرتاپ ۸ ستمبر میں ایک لیڈنگ آرٹیکل اس موضوع پر چھپا ہے جس کا کچھ حصہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ باوجود کافی احتیاط کے جو اصل مقصد ان تحریکوں کا ہے۔ وہ چھپ نہیں سکا۔ ہم پرتاپ کے ممنون ہیں۔ کہ اس نے دبے الفاظ میں یہ تو اقرار کر لیا ہے کہ سنگھٹن مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے اور اپنی جسمانی طاقت کے مظاہرہ بلکہ اکثر صورتوں میں اسکے ناجائز استعمال کے لئے ہے۔ شدھی کوئی مذہبی بنا پر شروع نہیں کی گئی۔ بلکہ اپنی تعداد بڑھانے کے لئے یہ مقصد جسقدر ناپاک اور امن عامہ میں خلل انداز ہیں۔ وہ ظاہر ہیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ہندو اتحاد کے لئے کہاں تک قربانی کے لئے تیار ہیں۔ وہ مسلمانوں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔ مگر آپ کچھ نہیں چھوڑنا چاہتے۔

سوامی شردھانند کا ایک ایسے جلسہ کا پریذیڈنٹ بنتا اور بنا لیا جانا جس میں ہندو اور مسلم کانگرسی لیڈروں کو ایڈریس پیش کیا گیا۔ واقعی اسبات کا ثبوت ہے کہ قوم بھائی صلح کی خواہشمند ہے جس سے بجا طور پر دل خوشی ہوتی ہے۔ لیکن باوجود اسکے ہمارے دل کی مرجھائی ہوئی کلی نہیں کھلی۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہندو مسلم اتحاد ہو۔ یہ بات نہیں کیونکہ ہم تو بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ اس کی بنا ہندوستان کی غلامی کی زنجیریں کٹیں گی۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم موجودہ ہندو مسلم اختلافات کو سطحی نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے زبردست وجوہات ہیں۔ اگر اختلافات ہندو مسلم کانگرسی لیڈروں کے درمیان ہوتے اور ان کا دور کرنا ان کے اختیار میں ہوتا تو اسوقت تک دور ہو گئے ہوتے۔ لیکن ان اختلافات کو دور کرنا صرف چند اشخاص کے ہاتھ میں نہیں۔ جب تک اصل وجوہات دور نہ ہونگی تب تک اختلافات کا دور ہونا ناممکنات سے ہے۔ ہم انکار نہیں کرتے کہ اسوقت ہندوؤں کے دل بھی مسلمانوں کی طرف سے بھر چکے ہیں۔ اور اسمیں کوئی تعجب نہیں۔ ملتان۔ امرتسر۔ پانی پت۔ میرٹھ۔ سہارنپور آگرہ۔ اور شاہ جہان پور وغیرہ مقامات میں جو سلوک مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا ہے اس کو وہ بھلا نہیں سکتے۔ اگر کوئی ہندو لیڈر جو اسوقت تک مسلمان عوام کے سلوک کا ویسا ہی شاکی تھا جیسا کہ عام ہندو۔ انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ میری مسلمان لیڈروں سے صلح ہو گئی ہے اسلئے اب تم بھی سمجھ لو کہ مسلمان عوام تمہارے ساتھ ناواجب سلوک نہ کرینگے۔ تو یہ ان کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ ہندو اپنی تمام پرانی کلفتیں بھلانے کو تیار ہیں۔ لیکن کسی ایک شخص کے کہنے پر نہیں چاہیے وہ کوئی ہو۔ بلکہ مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر۔ ہندو ایک ایسی فراموش قوم ہے کہ اگر انہیں یقین ہو جائے کہ مسلمان واقعی انہیں اپنا بھائی سمجھنے لگے ہیں۔ تو وہ ملتان اور سہارنپور کو فوراً بھلا دیں۔ لیکن مسلمانوں کو ایسے طرز عمل پر مائل کرنا جس سے ہندوؤں کے شکوک دور ہو جائیں۔ حکیم اجمل خان یا کسی اور کانگرسی لیڈر کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ورغلانے والے اور ہیں۔ اور جب تک انہیں عقل نہ آئے تب تک مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرنا ناممکن ہے۔ اگر حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری جیسے مسلم لیڈر مسلمانوں کو اسبات پر تیار کر لیں کہ وہ ہندوؤں کو اپنا بھائی سمجھیں گے اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے تو زہے قسمت ہندو بھی قدم بڑھانے اور بغل گیر ہونے کو تیار ہیں۔ لیکن ایسی زبانی جمع خرچ سے کام نہ چلیگا۔ بلکہ اس کیلئے کوئی ٹھوس چیز چاہیئے۔ پچھلے ایک سال کے عرصہ میں ہندوؤں نے دیکھ لیا کہ انہیں زندہ رہنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک جسمانی طور پر دوسری تعداد کے لحاظ سے مضبوط ہونگی۔ اور یہ دونوں چیزیں اسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ہندوؤں میں سنگھٹن نہ آئے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں سے جگہ جگہ مار کھائی اسلئے کہ وہ جسمانی طور پر کمزور تھے۔ اور ان میں کوئی سنگھٹن نہ تھا وہ کسی بھی کام کے لئے متفق نہ ہو سکتے تھے دوسری طرف میاں فضل حسین کی پالیسی کی وجہ سے پنجاب میں ہندوؤں کی زندگی خطرہ میں ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انکی تعداد کم ہے۔ اسپر طرہ یہ کہ مسلمان ہر سال ترقی کر رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کی تعداد میں کمی آ رہی ہے پہلی کمزوری کو دور کرنے کیلئے جہاں ہندوؤں کے اندر سنگھٹن کی تحریک شروع ہوئی ہے۔ اور ہر ایک جگہ اکھاڑے اور جمنازیم کھل رہے ہیں وہاں دوسری کمزوری کو دور کرنے کیلئے شدھی کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ ہندو ان لوگوں کو بھی اپنی چھاتی سے لگانے کو تیار ہو گئے ہیں جو حقیقت میں ہندو ہیں لیکن جنکا شمار کسی غلطی سے مسلمانوں میں ہو رہا ہے بلکہ ان لوگوں کو بھی واپس لینے کو تیار ہیں جنکے آبا و اجداد ہندو تھے یاد رہے کہ کوئی مجبوری ان دو تحریکوں کی قربانی نہیں ہو سکتا ہندو کسی کے کہنے پر بھی ان دو تحریکوں کو چھوڑنے کو تیار نہ ہونگے کیونکہ یہ انکا پیدائشی حق ہے جسمیں کسی کی دست اندازی واجب نہیں اور نہ ہی وہ اس سلسلہ میں کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ ایک معمولی سی شرط پر ہم ہر وقت مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کو تیار ہیں پچھلے ایک سال کے اختلافات نے ہندو مسلم تحریک کو بہت ضعف پہنچایا ہے ملک کی خوش قسمتی سمجھی جائیگی اگر یہ دور ہو جائیں۔

سنگھٹن کے لئے کانگرس کے خاص اجلاس سے صدا [illegible]

حضرات جسطرح سے ۱۹۲۲ء میں اپنے نام نہاد ہمسایوں کے سلوک کے خلاف اپنی صدا بلند کی تھی اور ان کی مخالفت کا خوف مجھے اظہار حق سے نہ روک سکا ٹھیک اسی طرح آج میں اپنا پہلا فرض سمجھتا ہوں کہ ان تمام بھائیوں کے خلاف اپنی صدا بلند کروں جو ہندو سنگھٹن کی تحریک کے علمبردار ہیں میں حیرت سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ جو دماغی حالت اس وقت مسلمانوں کے سیاسی حلقوں کی تھی ٹھیک ٹھیک وہی آج ان حضرات کی ہو رہی ہے۔ جن خیالات کی آج یہ حامی ہیں [illegible] رہے ہیں۔ وہی اسباب و بواعث آج بھی انکی زبان پر ہیں جو مسلمانوں کا خیال انکے ساتھ تھا۔ کہ ان کی تعداد کم ہے اور آئندہ تبلیغ ان لوگوں کو برانگیختہ کرنا چاہتی ہے جن کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنی زیادہ ہے میں بلا کسی تامل کے صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ آج بھی ہندوستان میں نہ کسی ہندو سنگھٹن کی ضرورت ہے نہ مسلم سنگھٹن کی بلکہ صرف ایک سنگھٹن کی ضرورت ہے اور وہ ہے انڈین نیشنل کانگرس ہے۔

میں اسوقت اس معاملہ کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا جو دلائل ان تحریکات کی تائید میں بیان کئے جاتے ہیں جنہیں ان کی شدت سے بالکل انکار ہی کیا جاتا ہے کہ چونکہ فلاں فلاں شہر میں فسادات ہوئے اور ان میں ایک فریق کا نقصان زیادہ ہوا اسلئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے فریق کے مقابلہ میں اپنا علیحدہ سنگھٹن کرے میں کہتا ہوں کہ اگر ایک لمحہ کیلئے بھی یہ طریق استدلال تسلیم کر لیا جائے تو ہندوستان کی ہر جماعت اپنے نقصانات کی ایسی ہی ایک فہرست تیار کر سکتی ہے اور اسکے بعد سنگھٹن کا اعلان کر سکتی ہے اگر بمبئی کے گذشتہ بیس سال کے واقعات پر نظر ڈالی جائے۔ تو کئی فسادات ایسے ملیں گے جو خود مسلمانوں کے دو فریقوں میں ہوئے ہیں ایک فرقہ نے دوسرے کو اسی طرح نقصان پہنچایا ہے۔

مکتوبات احمدیہ کی چھٹی جلد

دفتر الحکم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور مکتوبات وغیرہ کو محفوظ کرنے میں ہر ممکن سعی کی ہے اس وقت تک مکتوبات کے پانچ حصے شائع ہو چکے ہیں حضرت اقدس کے مخلص اور جان نثار مریدوں کے نام جو مکتوبات ہیں۔ ان کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ میری قادیان سے غیر حاضری کے سبب بند ہو گیا میں اب رفتہ رفتہ ان تمام کاموں کو جو جاری تھے ترتیب دے رہا ہوں چونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں میں چاہتا ہوں کہ جلد جلد ان تحریروں کو شائع کر دوں اس سلسلہ میں مکتوبات احمدیہ کی چھٹی جلد ستمبر ۱۹۲۲ء میں پریس میں انشاء اللہ چلی جاوے گی۔ اس جلد میں حضرت چودھری رستم علی خانصاحب کے نام مکتوبات ہیں۔

چودھری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائیوں میں سے تھے اور جب سے وہ سلسلہ میں داخل ہوئے ایک منٹ کیلئے بھی کوئی ابتلا نہ آیا اور آخر سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔

میں چاہتا ہوں کہ مکتوبات کی اس جلد کے ساتھ مرحوم چودھری صاحب کے کچھ حالات زندگی بھی لکھ دوں۔ اسلئے جماعت کے قدیم احباب سے درخواست ہے کہ چودھری صاحب کے سوانح عمری کے متعلق کوئی واقعہ انہیں معلوم ہو تو مجھے لکھ بھیجیں۔ ان کتابوں کا سلسلہ اسی صورت میں جاری رہ سکتا ہے کہ احباب کثرت سے انکو خریدیں۔ درخواستیں دفتر الحکم میں بھیجی جاویں۔

مرآۃ الجہاد

آریوں کی طرف سے مسئلہ جہاد پر بہت اعتراض کئے گئے ہیں لیکھرام مقتول نے اس پر ایک خاص کتاب لکھی ہے اور آج آریوں نے شدھی کی تحریک کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلایا گیا ہے اس کتاب میں اس مسئلہ کی حقیقت علمی اور تاریخی حیثیت سے اس قابلیت سے بیان کی گئی ہے کہ بے اختیار مصنف کی محنت اور ہمت کی داد دینی پڑتی ہے۔ اس کتاب میں آریوں کے قتل و غارت لوٹ مار اور بیحد ظلم اور زیادتیوں کا تاریخی ثبوت ایک خاص فصل میں دیا گیا ہے کتاب قابل دید ہے۔ اسکی کثرت اشاعت کی ضرورت ہے ۱۹۲ صفحہ کی کتاب ہے اور غیر مجلد [illegible] دفتر الحکم قادیان سے ملے گی۔

محصولڈاک اس کے علاوہ ہے۔ یہ کتاب مولوی سید زوار حسین صاحب اورینی (مونگیری) کی تالیف ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت استاذی خلیفۃ المسیح اول کے

مجربات

(۱) حب مسیحی نظیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مقوی معدہ۔ ہاضم طعام۔ دافع درد معدہ و درد مفاصل و قبض و خرابی حیض اور بچوں کے امراض درد شکم قبض بخار کھانسی ڈبہ وغیرہ کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی سیکڑہ [illegible]

(۲) کشتہ طلا۔ یہ سونے کا کشتہ خاص طریق سے تیار کیا گیا ہے اعضاء رئیسہ دل۔ دماغ معدہ جگر اور نظام عصبی کی تقویت کے لئے بے نظیر چیز ہے اور حفظ صحت کیلئے اکسیر۔ قیمت فی خوراک [illegible] اور فی سیکڑہ خوراک [illegible] روپیہ۔

(۳) حب مقوی اعصاب۔ کل نظام عصبی کے رفع ضعف کے لئے ضعف دماغ ہو یا معدہ یا اور دیگر اعصاب میں سستی ہو ان سب کیلئے اکسیر ہے قیمت [illegible] فی سیکڑہ [illegible]

(۴) روغن اکسیر۔ زائل شدہ عصبی طاقتوں کو پھر اصلی حالت پر لانے کیلئے اور تمام بد عادتوں کے تدارک کیلئے اکسیر ہے قیمت فی شیشی [illegible] (۵) معجون شاہی۔ ہر قسم کے زائل ہونیوالے مادہ کو روکنے اور بحال رکھنے کیلئے اکسیر ہے۔ قیمت [illegible] خوراک [illegible] (۶) اکسیر [illegible] پیشاب کی جلن پیپ اور اس کے متعلق زخموں کے لئے بے نظیر دوائی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ تمام عوارض کو ایک ہی ہفتہ میں دور کر دیتی ہے۔ قیمت فی ہفتہ [illegible] (۷) اکسیر نسوان ایام ماہواری کی بیقاعدگی اور درد اور تمام تکالیف کو بہت جلد دور کر دیتی ہے۔ قیمت ایک ہفتہ [illegible]

نوٹ۔ ہم نے ادویہ کے خواص بیان کرنے میں خصوصیت سے برعایت تہذیب عمداً اشارات سے کام لیا ہے۔ ان تمام امراض مردانہ اور زنانہ کے لئے جنمیں آج ایک دنیا مبتلا ہے۔ اور جن کو لوگ طبیبوں کے سامنے بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہمارے پاس تیار رہتی ہیں۔

خاکسار

حکیم محمد امین احمدی گوجرانوالہ

تصدیق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ

حکیم صاحب نہایت مخلص پرانے احمدی ہیں اور علم طب میں بہت تجربہ رکھتے ہیں حضرت خلیفہ اول بھی آپ کی بعض دواؤں کو استعمال کرواتے تھے مجھے اعتقاد ہے کہ اخلاص اور محنت سے تیار کی گئی ادویہ بیماروں کے لئے مفید ہونگی۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

عینک سے نجات

اصل ممیرے کا سرمہ اور ممیرا مصدقہ مسیح موعود اور خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ

یہ سرمہ ککروں کیلئے ابتدائی موتیابند جالا پھولا پڑبال آنکھوں سے ہر وقت پانی جاری رہتا ہو نظر کمزور ہو ان سب کے لئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ [illegible] تولہ۔ ممیرا [illegible] تولہ۔ ترکیب استعمال صبح و شام دو دو سلائیاں آنکھوں میں ڈالی جاویں۔ اگر کسی شخص کو مفید ثابت نہ ہو جو خریدار اسے باقاعدہ پندرہ روز تک متواتر استعمال کیا ہو سرمہ واپس کر دے تو اس کی قیمت واپس کر دونگا ان کے مجرب ہونے پر چند شہادتیں علاوہ میرے ذاتی تجربہ کے پیش کرتا ہوں۔

(۱) میں نے جناب سید احمد نور صاحب کابلی مہاجر قادیان کا سرمہ آزمایا اور بفضلہ تعالیٰ بہت ہی مفید پایا نیز حضرۃ والدہ صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بہت کمزور ہو گئیں تھیں اس سرمہ سے ان کو غیر معمولی فائدہ ہوا۔ (محمد اسمٰعیل مولوی فاضل و منشی فاضل)

(۲) میں نے سرمہ ممیرا بھائی احمد نور مہاجر قادیان سے لیکر دو ہفتہ تک استعمال کیا اب خدا کے فضل سے میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ نہایت ہی مجرب اور اعلیٰ درجہ کا سرمہ ہے میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں نہایت ہی عمدہ سرمہ ہے۔
(اللہ دین احمدی سابق گنر ۶ [illegible] توپخانہ جنگی)

(۳) میں نے ۱۹۱۵ء میں شہر ملتان میں عینک آنکھوں پر لگائی تھی اور ۱۹۲۲ء میں جناب احمد نور سے سرمہ ممیرا اول لیکر استعمال کیا اور خاکسار نے عینک کو اتار دیا ہے اب عینک کی کوئی ضرورت نہیں۔
(خاکسار محمد علی کلیانپوری ضلع لائلپور ڈاکخانہ [illegible])

(۴) میں نے میاں احمد نور صاحب کابلی سے دو دفعہ سرمہ خرید کیا تو بہت مفید پایا۔ اور دیگر لوگوں نے بھی مجھ سے لیکر استعمال کیا سب نے اسکی تعریف کی۔ یہ سرمہ بہت عمدہ اور قابل قدر ہے۔
(عبدالرؤف ہیڈ کلرک ہائی سکول قادیان)

(۵) احمد نور صاحب کابلی کا سرمہ ممیرا بارشاد ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ایک ہفتہ لگایا تھا بفضلہ تعالیٰ اب بالکل آنکھیں اچھی ہیں اور نظر کامل ہو گئی ہے میں اس سرمہ کے مجرب ہونے پر گواہی دیتا ہوں۔ (خادم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی۔ شبراتی صحاف)

(۶) میں نے سرمہ ممیرا تیار کردہ بھائی احمد نور صاحب کابلی خود استعمال کیا اور نیز اپنے رشتہ داروں کو بغرض استعمال دیا۔ اس سرمہ کو مفید پایا۔ نیز آنکھوں میں جلن ہوا کرتی تھی جو خدا کے فضل سے اس سرمہ کو ایک ہفتہ استعمال کرنیکے بعد دور ہوا۔
(فضل کریم اسسٹنٹ حیدرآباد دکن)

سنت سلاجیت۔ بقدر دو نخود صبح کیوقت دودھ سے استعمال کریں قیمت قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] فی تولہ۔

سید احمد نور احمدی مہاجر قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)